QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

احکامِ طہارت میں آثارِ صحابہ کی جمع و تحقیق اور تعلیق

Ahkam of Taharah: Compilation, Verification , and Annotation of the Athaar of the Sahabah

Nafees Ahmad
PhD scholar The University of Lahore, Lahore
Email.mudassirbinyousaf@gmail.com
Dr Hafiz Muhammad shabbir Ahmad
Assistant professor, Islamic studies The university of Lahore, Lahore
Email.shabbir.ahmad@ais.uol.edu.pk

Abstract

This study delves into the fundamental principles of Ahkam-e-Taharat (rules of purification) and examines the significant contributions of the Sahaba (companions) of the Prophet Muhammad, known as Asar-e-Sahaba, in shaping Islamic purification practices. Through a comprehensive analysis of primary Islamic sources, including the Quran, Hadith, and scholarly interpretations, this research aims to elucidate the theological, historical, and practical aspects of purification rituals in Islam. By exploring the teachings and actions of the Sahaba, this study seeks to highlight their role in preserving and disseminating the prophetic traditions related to cleanliness and purification. Furthermore, it investigates the contemporary relevance and application of Ahkam-e-Taharat and Asar-e-Sahaba in Muslim communities worldwide, shedding light on their enduring significance in Islamic jurisprudence and daily life. Through this exploration, this research contributes to a deeper understanding of Islamic purification practices and the invaluable legacy of the Prophet's companions in shaping Islamic traditions.

Key words: *The rulings of Taharat and Aasar-e-Sahaba, rules of purification and Aasar-e-Sahaba-*

تعارف(Introduction)

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو انسانیت کی ہدایت کے لیے دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ دین اسلام کی نشر واشاعت میں معاونت ونصرت کے لیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایک ایسی جماعت عطا فرمائی جو للّٰہیت، اخلاص، تقویٰ، زہد، ایثار اور امانت جیسے عالی صفات کے معراج پر فائز تھے۔ پوری انسانی تاریخ انبیاء علیہم السلام کے بعد اس جیسی جماعت کی مثال پیش کرنے قاصر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس پاکیزہ، معتبر اور مستند جماعت نے آنحضرت ﷺ سے منقولہ دین اسلام کی تعلیمات پوری امت تک امانت، دیانت اور صداقت کے ساتھ پہنچانے کا حق ادا کیا۔ دینِ اسلام کی ان تعلیمات کے ساتھ اس پاکیزہ جماعت کے اقوال اور آثار بھی امت کے لیے سند اور حجت کی حیثیت رکھتے، جو کہ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے رہنمائی لیتے تھے۔

قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے بعد فقہی احکام کا تیسرا اہم اور مستند ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بنیادی طور پر دو اقسام پر مشتمل ہیں:

* پہلی قسم: وہ آثار جو غیر مدرک بالقیاس ہیں، یہ آثار بلاشبہ مرفوع حدیث کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر آثار کی یہ قسم درست سند کے ساتھ ثابت ہو جائے تو ان کو قبول کر کے ان پر عمل کرنا حدیث پر عمل کرنے کے مترادف ہے۔

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

* دوسری قسم: وہ آثار ہیں جو مدرک بالقیاس ہیں، اس قسم کے آثار میں جہاں یہ امکان موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے سنے ہوں گے، تو اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے اپنی علمی اور اجتہادی صلاحیت کی بنیاد پر قرآن وحدیث سے ان مسائل کا استنباط کیا ہو۔ آثار کی یہ دوسری قسم اگر مستند طریقے سے ہم تک پہنچ جائے تو ان کا مرتبہ بھی بلاشبہ بعد کے فقہی اجتہادات سے بالاوبرتر ہے، نیز ان پر عمل پیرا ہونا قیاس پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی علمی اور فقہی ہر زمانے میں مسلم رہی ہے۔ اس بناء پر حضرات محدثین نے اپنی کتابوں میں احادیثِ مرفوعہ کے ساتھ ساتھ آثارِ صحابہ کو یکجا کرنے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ سنن، مسانید اور مصنفات کی مستند کتابوں میں آثارِ صحابہ کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ لیکن ان آثار پر تحقیق اور تعلیق کے حوالے سے تشنگی بہر حال موجود ہے۔ نیز متقدمین کے زمانے سے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع پر مستقل تصنیف وتالیف کا بھی اس طرح اہتمام نہیں کیا گیا جس طرح تفسیر، حدیث اور فقہ کے موضوعات پر تصنیف وتالیف کا اہتمام ہوا ہے۔ اس لیے زیرِ نظر مقالے میں آثارِ صحابہ کی اہمیت اور افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہی ابواب میں سے ''کتاب الطہارۃ'' پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار جمع کرکے ان کی تحقیق اور تعلیق کرنے کی کوشش کی گئی ہے نیز ان آثار سے مستنبط ہونے والے مسائل اور دیگر شرعی نصوص کے ساتھ ان آثار کے تقابل کی طرف بھی توجہ دی جائے گی۔

ضرورت واہمیت:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین متین کے اولین حاملین اور رسول اللہ ﷺ کے مخلص جانثار تھے۔ جو آپ ﷺ کے اقوال واعمال کو بنظر غائر دیکھتے تھے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی سعی بھی کرتے تھے۔ جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت، حمایت اور حفاظت کے اپنے جان ومال، عزت وناموس، راحت وآرام اور تعلق ووطن کو قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ اور امت محمدیہ کے مابین دینِ اسلام کے نقل وروایت کے اولین، بہترین اور معتبر ترین واسطہ ہیں۔ دینِ اسلام کے اس اولین واسطے کو اللہ تعالیٰ نے عدالت، امانت، صداقت، ثقاہت اور نقاہت کے ساتھ بایں طور موصوف ومزین فرمایا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اس جماعت کی نظیر وشیل پیش کرنے سے پوری انسانی تاریخ قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا اس جماعت کے اخلاص، للّٰہیت، تقویٰ اور ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان فرمایا، نیز ان کے لیے اپنی رضامندی اور ان سے سرزد ہونے والی لغزشوں پر معافی کا اعلان فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں بارہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بیان فرمائے اور امت کو ان کے ساتھ عقیدت، احترام اور حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی تلقین فرمائی۔

ان تمام امور کی اصل وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دینِ اسلام کا اولین اور اساسی واسطہ ہیں، اگر بالفرض اس واسطہ میں شک، خیانت، کذب یا فسق کا شائبہ یا تہمت بھی پیدا ہوجائے تو دینِ متین جس نقل کی بنیاد پر ہی امت تک پہنچا ہے اس کی پہلی کڑی زنگ آلود ہوجائے گی اور جس سے دین کی بنیاد ہی متزلزل ہوجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ دین دشمن طاقتیں زمانۂ قدیم سے اس پاکیزہ جماعت کی طہارت، عدالت، امانت، صداقت اور عظمت کے درپے ہیں، اور مختلف حیلوں بہانوں سے امت کو ان سے برگشتہ کرنے اور ان کی اہمیت ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

عصر حاضر میں جہاں انٹرنیٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی عالم گیری اور فراوانی سے انسانی دنیا ایک عالمی گاؤں کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، یہ دین دشمن طاقتیں جدید وسائل کو استعمال کرتے ہوئے جدت اور مہارت کے ساتھ امت کی نئی نسل کو گمراہ کرنے، الحاد اور دین بیزاری میں مبتلا کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ دوسری طرف جدید نسل اب منطق، دلیل اور حقیقت کی طلب گار ہیں۔ اب وقت کا تقاضا ہیں کہ اس نئی پود کو اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کے لیے عقیدت اور جذبات سے گزر کر مادیت اور افادیت کے دلائل کے ساتھ مطمئن اور قائل کیا جائے، ورنہ خاکم بدہن وہ دن دور نہیں کہ دینِ اسلام بھی یہودیت اور عیسائیت کی طرح ایک نظری اور کتابی دین بن کر عملی زندگی سے نکل کر عبادت خانوں تک محدود ہو جائے گا۔

اسی تناظر میں دین اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اہمیت اور افادیت کو نئی نسل کے سامنے رکھنا اور دلائل کے ساتھ پیش کرنا از حد ضروری ہے۔ اب وقت آ چکا ہے کہ امت کے جدید اذہان کو قائل کیا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوئی دیومالائی طبقہ نہیں، بلکہ یہ لوگ علم و عمل اور صداقت و امانت کے پیکر تھے، ان کی علمیت، فقاہت اور ثقاہت بے مثال تھی، ان کے اقوال اور افعال امت کے لیے حجت اور ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کی سیرت و کردار کا مطالعہ کر کے ان کی اتباع اور ان کے علوم کی پیروی عصر حاضر کے لاینحل مسائل کا بہترین حل ہے۔ اس سلسلے میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا فقہی اور تشریعی پہلو بلاشبہ حد درجہ اہمیت کا حامل ہے، جس پر جدید خطوط سے مطالعہ و تحقیق یقیناً عصرِ حاضر اور نسلِ جدید کے لیے ایک اہم دینی، روحانی اور نظریاتی ضرورت ہے۔

قرآن و سنت کے بعد شریعت کا تیسرا ماخذ اجتہاد ہے، اور اجتہاد کے باب میں سب سے مستند اور عظیم اجتہاد صحابہ کرام کا ہے۔ لہذا ان کے اجتہادات منضبط، مرتب مدون کرنا اور اس کا تجزیہ و تحلیل کرنا فہم دین کی بنیادی ضرورت ہے۔ اسی طرح ائمہ مذاہب اربعہ کے اجتہادات کو سمجھنے کے لیے ان کے باہمی اختلافات کو سمجھنا از حد ضروری ہے، جن میں ایک بنیادی اساس ان کے اساتذہ کے اختلافات ہیں، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ایک یا دو واسطے سے اساتذہ ہیں، لہذا آثار صحابہ پر جتنی گہرائی اور گیرائی سے نظر ہو گی اتنا ہی فقہ کو اچھے طور سے سمجھنا آسان ہو گا اور صحیح شرعی معنی تک پہنچنے، علمی اختلافات سمجھنے اور جدید مسائل میں اجتہاد کرنے کی لیاقت پیدا ہو گی۔ آخر میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں دین کو براہ راست قرآن و سنت سے اخذ کرنے کا اندھا رجحان روایتِ دین کے انکار کا پیش خیمہ ثابت ہونے لگا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہم قرآن و حدیث کے نصوص کی ایسی تشریحات اور تاویلات دیکھ رہے ہیں جو ماضی میں کبھی سننے میں نہیں آئیں۔ ایسے میں روایتِ دین کے پہلے اور اساسی منہج آثار کو سمجھنے کی اہمیت پہلے سے زیادہ نمایاں ہو جاتی ہے۔

جنبی اور حائضہ کا پانی والے برتن میں ہاتھ ڈالنے کا حکم:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ، عَنْ أَبِي سِنَانٍ ضِرَارٍ ، عَنْ مُحَارِبٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : (مَنِ اغْتَرَفَ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ جُنُبٌ فَمَا بَقِيَ مِنْهُ نَجِسٌ ، وَلَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ بَوْلٌ) .[1]

حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: "جو شخص جنبی ہو اور پانی میں سے (ہاتھ ڈال کر) کچھ نکالے، تو جو پانی باقی رہ جائے، وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب ہو۔"

[1] ابن أبي شيبة،ابوبكر ، عبداللہ بن محمد ، المصنف، رقم الحديث:897

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حکم:اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: اس اثر میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ جنابت کی حالت میں پانی میں ہاتھ ڈالنے سے باقی پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب ہو۔ اس اثر میں مذکور مسئلہ کہ اگر جنبی شخص پانی میں ہاتھ ڈالے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا، مختلف فیہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے اس سے متعلق دونوں طرح کے اقوال مروی ہیں جیسا کہ مذکورہ اثر میں آپ کا یہ موقف واضح ہوتا ہے کہ جنبی اگر پانی میں ہاتھ ڈال دے تو وہ پانی نجس ہو جائے گا جبکہ صحیح بخاری میں امام بخاری ؒ نے تعلیقاً روایت کیا کہ:(أَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ)[2]

”حضرت ابن عمر اور براء بن عازبؓ اپنا ہاتھ بغیر دھوئے پانی کے برتن میں ڈالتے تھے پھر اس سے وضو کرتے تھے۔“

سیدنا براء بن عازبؓ کا اثر مکمل سند کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے، جس میں ہے:(أَنَّهُ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْمِطْهَرَةِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا) [3]

کہ انھوں نے اپنے ہاتھ کو دھونے سے پہلے اسے پانی والے برتن میں ڈالا۔“ اس کی سند حسن ہے، رجاء نامی راوی صدوق ہے۔

اس حدیث معلق میں حضرت ابن عمرؓ کا عمل ماقبل اثر کے برخلاف مروی ہے، لہذا ائمہ حدیث نے مذکورہ اثر کو اس بات پر محمول کیا ہے کہ جب کسی شخص کے ہاتھ پر نجاست ہو اور وہ جنبی بھی ہو تو اب اگر وہ پانی میں ہاتھ ڈالے گا تو وہ پانی نجس ہو جائے گا۔ نیز دیگر صحابہ کرام بھی جنابت کی حالت میں پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی کو نجس شمار نہیں کرتے تھے، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا اثر سنن الکبریٰ للبیہقی میں موجود ہے کہ ان سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو غسل کرنے سے پہلے اپنی ناپاکی کی حالت میں اپنا ہاتھ برتن میں ڈال دیتا ہے۔ سیدہ عائشہ نے فرمایا:(إِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ ، وَلَكِنْ لِيَبْدَأْ فَيَغْسِلْ يَدَهُ ، قَدْ كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ ﷺ نَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ)[4]

”پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، لیکن اسے چاہیے کہ پہلے اپنا ہاتھ دھولے، میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔“ اس کی سند صحیح ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا اثر مصنف عبد الرزاق میں موجود ہے کہ انہوں نے فرمایا:

(لَيْسَ عَلَى الثَّوْبِ جَنَابَةٌ وَلَا عَلَى الْأَرْضِ جَنَابَةٌ ، وَلَا عَلَى الرَّجُلِ يَمَسُّهُ الْجُنُبُ جَنَابَةٌ، وَلَيْسَ عَلَى الْمَاءِ جَنَابَةٌ يَقُولُ: إِذَا سَبَقَتْهُ يَدَاهُ فَأَدْخَلَهُمَا فِي الْمَاءِ، وَهُوَ جُنُبٌ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهُمَا فَلَا بَأْسَ)[5]

[2] بخاری،محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح، رقم:261
[3] ابن أبي شيبة، رقم:1062
[4] بیہقی، ابوبکراحمد بن حسین،سنن الکبریٰ ، رقم: 919
[5] عبد الرزاق بن همام، المصنف ، رقم: 309

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

”کپڑے پر جنابت نہیں ہوتی، زمین پر جنابت نہیں ہوتی اور اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں کسی دوسرے کو چھولے تو اس پر بھی جنابت نہیں ہوتی، اور پانی پر بھی جنابت نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں ہو اور اس نے بغیر دھوئے پہلے اپنے ہاتھوں کو پانی میں ڈال دیا تو کوئی حرج نہیں۔“ اس کی سند میں ”جابر جعفی“ نامی راوی ضعیف ہے، لہٰذا سند ضعیف ہے۔

خلاصة القول: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر جنبی شخص اپنے ہاتھ بغیر دھوئے پانی میں ڈال دے تو اس سے پانی نجس نہیں ہوتا البتہ ایسا کرنا ناپسندیدہ عمل ہے جس سے بچنا چاہیئے اور حضرت ابن عمرؓ کی وہ روایت جس میں اس طرح کے پانی کو نجس قرار دیا گیا ہے تو وہ اس پر محمول ہے کہ جنبی کے ہاتھ میں کوئی نجاست تھی اور اس نے وہ ہاتھ پانی میں ڈال دیا تو پھر وہ نجس ہو جائے گا۔

اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ کے متعلق صحابہ کرام کا موقف:

حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ: أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قُلْتُ: أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ فَلَمْ يُمْنِ؟ قَالَ عُثْمَانُ: يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ ، وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ. قَالَ عُثْمَانُ: سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ عَلِيًّا ، وَالزُّبَيْرَ ، وَطَلْحَةَ ، وَ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ، فَأَمَرُوهُ بِذَلِكَ . [6]

زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں: ”انھوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص صحبت کرے اور منی نہ نکلے۔ فرمایا کہ وضو کرے جس طرح نماز کے لیے وضو کرتا ہے اور اپنے عضو کو دھولے۔ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ (یہ) میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ (زید بن خالد کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کے بارے میں حضرت علی، زبیر، طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنھم سے دریافت کیا۔ سب نے اس شخص کے بارے میں یہی حکم دیا۔“

[6] ابن أبي شيبة ـ رقم: 968، مسلم ، بن حجاج، القشيرى ، رقم: 347

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حکم:اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: صحابہ میں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر انزال نہ ہو تو غسل واجب ہے یا نہیں۔ کئی صحابہ کا کہنا ہے کہ اگر جماع کے دوران انزال نہ ہو تو صرف دخول سے غسل واجب نہیں ہوتا، البتہ وضو واجب ہے، کیونکہ دخول کی صورت میں مذی تو نکل ہی جاتی ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں:(اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ)(عبد الرزاق ، رقم: 969)"پانی پانی سے ہے۔"اس کی سند صحیح ہے۔البتہ خود ابن عباسؓ کا عمل اس کے خلاف ہے، مصنف عبد الرزاق ہی میں ہے، سیدنا ابن عباسؓ فرماتے ہیں:(أَمَّا أَنَا إِذَا خَالَطْتُ أَهْلِي اغْتَسَلْتُ)[7]

"جہاں تک میرا ذاتی معاملہ ہے تو میں تو جب اپنی بیوی کے ساتھ ملوں تو میں غسل کرتا ہوں۔"

اس کی سند صحیح ہے۔ اس اثر کے بعد ابن عباس کے پہلے اثر کو مرجوح سمجھا جائے گا۔

امیر المؤمنین علیؓ نے محض جماع سے غسل کرنے کے بارے میں فرمایا:(إِذَا لَمْ يُنْزِلْ : فَلِمَ يَغْتَسِلْ ؟ قِيلَ : وَإِنْ هَزَّهَا بِهِ ؟ قَالَ: وَإِنْ هَزَّهَا بِهِ حَتَّى يَهْتَزَّ قُرْطَاهَا)[8]"اگر انزال نہ ہو تو وہ کیوں نہائے"کہا گیا کہ اگر چہ وہ اپنی بیوی کو ہلائے؟تو فرمایا:"ہاں اگر چہ وہ اپنی بیوی کو ہلا دے حتیٰ کہ اس کی کان کی بالی تک ہلنے لگے"مراد خوب اچھی طرح سے جماع کرنا ہے۔ البتہ اس کی سند میں "خرشہ" راوی مجہول ہے، لہٰذا اسند ضعیف ہے۔

سعدؓ کی اولاد کی والدہ فرماتی ہیں:(أَنَّ سَعْدًا كَانَ يَأْتِيهَا، فَإِذَا لَمْ يُنْزِلْ لَمْ يَغْتَسِلْ)[9]

"سعد بن ابی وقاصؓ ان کے ساتھ جماع کرتے، اگر انزال نا ہوتا تو وہ غسل نہیں کرتے تھے۔"اس واقعہ کو بیان کرنے والی راویہ مجہول ہے، پس سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی رافع بن خدیجؓ کی بیوی کہتی ہیں:(أَنَّ رَافِعًا كَانَ يَعْزِلُ عَنْهَا مِنْ أَجْلِ قُرُوحٍ كَانَتْ بِهَا لِأَنْ لَا تَغْتَسِلَ)[10]("انھیں ایک زخم ہو گیا تھا تو رافعؓ انزال کے وقت ان سے الگ ہو جاتے تھے، تاکہ مجھے نہانا نہ پڑے۔ البتہ وہ کہا کرتے تھے کہ تم زیادہ جانتی ہو کہ تمھیں انزال ہوا ہے کہ نہیں، اگر تمھیں انزال ہو گیا ہے تو تم غسل کرو۔"اس کی سند میں دو راوی مجہول ہیں"اسماعیل الشیبانی"اور "رافع بن خدیجؓ کی بیوی"لہٰذا اسند ضعیف ہے۔

البتہ ابی بن کعبؓ کی حدیث اس سارے معاملے کی وضاحت کر دیتی ہے، وہ فرماتے ہیں:

[7] عبدالرزاق، رقم: 949
[8] ابن أبي شيبة، رقم: 965
[9] ابن أبي شيبة ، رقم: 966
[10] عبد الرزاق، رقم: 966

(أَنَّ الْفُتْيَا الَّتِي كَانُوا يُفْتُونَ أَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً رَخَّصَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي بَدْءِ الْإِسْلَامِ ، ثُمَّ أَمَرَ بِالِاغْتِسَالِ بَعْدُ)[11]

جہاں تک اس فتوے کا تعلق ہے کہ "پانی پانی سے ہے "تو یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رخصت تھی جو آپ نے اوائلِ اسلام میں دی تھی، پھر آپ نے غسل کا حکم دے دیا تھا۔" اس کی سند صحیح ہے۔

اس حوالے سے مرفوع حدیث بھی ہے جو اس مسئلے کو نکھار دیتی ہے، حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الْغَسْلُ)[12]

"جب مرد عورت کے چہار زانو میں بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ جماع کے لئے کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا۔"

علامہ ابو بکر الحازمی "الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار" میں امام زہری کا قول ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

"كانَ رِجالٌ مِنَ الأَنصارِ– فيهِم أَبو أَيّوبَ، وأَبو سَعِيدٍ الخُدرِيُّ – يَفْتُوْنَ: (اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ) ويَقولونَ: إِنَّهُ لَيسَ عَلى مَن مَسَّ امْرَأَتَهُ غُسلٌ ما لَم يَمنِ. فَلَمّا ذُكِرَ ذلِكَ لِعُمرَ بنِ الخَطّابِ، وَلِعُثمانَ بنِ عَفّانَ، وَلِعائِشَةَ زَوجِ النَّبِيِّ ﷺ وَلِابنِ عُمرَ، أَبَوْا تِلكَ الفُتيَا، وَقالوا: إِذا مَسَّ الخِتانُ الخِتانَ فَقَد وَجَبَ الغُسلُ.وَهذا يَدُلُّ عَلى أَنَّ أَكثَرَ مَن كانَ يَرى الرُّخصَةَ لَمّا بَلَغَهُمُ النَّسخُ نَزَعوا عَن ذلِكَ[13]

"انصار میں سے کچھ لوگ، جن میں ابو ایوب انصاری اور ابو سعید خدری بھی شامل ہیں،(اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ) کا فتویٰ دیا کرتے تھے، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص عورت کو چھوئے اور اس کی منی خارج نا ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہے ، پھر جب اس فتوی کے بارے میں عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، نبی کریم ﷺ کی بیوی سیدہ عائشہ اور ابن عمر کو بتایا گیا تو انھوں نے اس فتوی کارد کیا، ان سب نے فرمایا: جب شرم گاہ شرم گاہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ یہ بات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ میں سے اکثر جو اس رخصت کے قائل تھے انھیں جب اس حکم کے نسخ کا پتا چلا تو انھوں نے اس موقف کو چھوڑ دیا۔"

---

[11] أبو داؤد ،سليمان بن اشعث، السجستانی، رقم: 215
[12] بخاري ، محمد بن اسماعيل ، رقم: 291
[13] ابو بکر الحازمی، الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار، رقم : 34

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

خلاصة القول: اگرچہ اس حوالے سے کئی صحابہ سے یہی مروی ہے کہ صرف دخول سے غسل واجب نہیں ہوتا لیکن ان آثار میں سے پہلے اثر کے علاوہ تمام آثار میں کوئی نا کوئی علت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح اکثر اہل علم ان روایات کو منسوخ مانتے ہیں جن میں (اَلْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ) کا ذکر ہے، امام زہری کا قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ کی واضح احادیث موجود ہیں کہ جن میں محض دخول پر ہی غسل کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اگر کسی صحابی کا قول صحیح سند سے ثابت ہو تب بھی اسے اسی پر محمول کیا جائے گا کہ اس صحابی تک نبی ﷺ کا نسخ والا فرمان نہیں پہنچا۔

محض شرمگاہوں کے ملنے سے غسل واجب ہونا:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ. [14]

سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں: ”جب دو شرمگاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“

حکم: اس کی سند حسن ہے۔

تعلیق: اس حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں دو رائے پائی جاتی ہیں، بعض کا کہنا ہے کہ جب تک منی نا نکلے غسل واجب نہیں ہوتا جبکہ اکثر صحابہ کرام کا موقف ہے کہ محض شرمگاہوں کے آپس میں مل جانے سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے بھی یہی ثابت ہے کہ محض شرمگاہوں کے ملنے سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ◆ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: (إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا، فَقَدْ وَجَبَ الغَسْلُ)[15] ”جب مرد عورت کے چہار زانو میں بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ جماع کے لئے کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا۔“ سیدنا علی ؓ سے اور اثر بھی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: (كَمَا يَجِبُ الْحَدُّ كَذَلِكَ يَجِبُ الْغُسْلُ)(عبد الرزاق ، رقم: 937) ”جس سے حد واجب ہوتی ہے، اسی سے غسل واجب ہوتا ہے۔“ اس کی سند میں انقطاع ہے، عبد اللہ بن محمد بن عقیل نے سیدنا علی ؓ کو نہیں پایا۔ سیدنا ابن عمر ؓ فرماتے ہیں: (إِذَا اسْتَخْلَطَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)(ابن أبی شيبة، 1416هـ ، رقم: 168/1) ”جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ملے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ اس کی سند صحیح ہے۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بیوی سیدہ عائشہ سے پوچھا کہ غسل کب واجب ہوتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: (إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)[16] ”جب شرم گاہ شرم گاہ تک پہنچ جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ اس کی سند صحیح ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں: (إِذَا غَابَتِ الْمُدَوَّرَةُ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ)(ابن أبي شيبة ، 1416هـ ، رقم: 940) ”جب حشفہ غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“ اس کی سند صحیح ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں: (أَمَّا أَنَا فَإِذَا بَلَغْتُ ذَلِكَ مِنْهَا اغْتَسَلْتُ)(ابن أبي شيبة ، 1416هـ ، رقم: 941) ”جہاں میرا معاملہ ہے تو میں تو جب اس حالت کو پہنچ جاؤں تو میں غسل کرتا ہوں۔“ اس کی سند صحیح ہے۔

[14] ابن أبي شيبة،رقم: 936 ؛ الطحاوی،ابو جعفر، رقم:60/1
[15] بخاري ، رقم: 291
[16] امام مالك ،بن انس،المؤطا، رقم: 72

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

محمود بن لبید انصاری نے زید بن ثابت سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا کہ جو اپنی بیوی سے دخول کرے لیکن انزال نہ ہو؟ تو زید نے فرمایا:(فَقَالَ زَيْدٌ : يَغْتَسِلُ ، فَقَالَ لَهُ مَحْمُودٌ : إِنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ كَانَ لَا يَرَى الْغُسْلَ، فَقَالَ لَهُ زَيْدٌ : إِنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ نَزَعَ عَنْ ذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ)(امام مالك ، 1406ھ ، رقم: 47/1)

"وہ غسل کرے گا۔ تو محمود نے ان سے کہا کہ ابی بن کعب تو ایسے شخص پر غسل واجب نہیں سمجھتے۔ تو زید بن ثابت نے فرمایا: "ابی بن کعب نے (اپنی وفات سے پہلے) اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا۔" اس کی سند صحیح ہے۔

سیدنا ابن عباس فرماتے ہیں:(أَمَّا أَنَا إِذَا خَالَطْتُ أَهْلِي اغْتَسَلْتُ)(عبدالرزاق، 1403ھ ، رقم: 949)"جہاں تک میرا ذاتی معاملہ ہے تو میں تو جب اپنی بیوی کے ساتھ ملوں تو میں غسل کرتا ہوں۔" اس کی سند صحیح ہے۔

اس حوالے سے ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم کا یہی موقف ہے کہ محض دخول سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے۔

خلاصة القول: اگرچہ اس حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دونوں طرح کے موقف موجود ہیں، لیکن صحیح اور راجح بات وہی ہے جو اس حوالے سے نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، یعنی محض دخول سے ہی غسل واجب ہو جاتا ہے۔

جس کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے اس کا حکم:

حَدَّثَنَا أَصْبَغُ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ : عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ(كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ ثُمَّ تَقْتَرِصُ الدَّمَ مِنْ ثَوْبِهَا عِنْدَ طُهْرِهَا فَتَغْسِلُهُ وَتَنْضَحُ عَلَى سَائِرِهِ ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ »[17]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: "ہمیں حیض آتا تو کپڑے کو پاک کرتے وقت ہم خون کو مل دیتے، پھر اس جگہ کو دھو لیتے اور تمام کپڑے پر پانی بہا دیتے اور اسے پہن کر نماز پڑھتے۔"

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔ تعلیق: اس اثر میں حیض کے خون کو دھونے کا طریقہ بیان ہوا ہے کہ اس کپڑے کو خون سے پاک کرنے کے لیے مبالغے سے کام لیا جائے۔ وہ اس طرح کہ پہلے تو تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر انگلیوں کے پوروں سے ملا جائے، پھر اسے دھویا جائے، پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت ہے۔ چٹکیوں سے ملنے کا یہ فائدہ ہے کہ کپڑے کے تاروں میں جو خون پیوست ہو گیا تھا وہ نکل جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ حیض کے خون کو دھوتے وقت خوب مبالغے سے کام لیا جائے۔ کیونکہ خونِ حیض کی نجاست پر اجماع ہے۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ پھر تمام کپڑے پر پانی بہا دیا جائے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ عائشہ بیان کرتی ہیں:

(أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ،فَقَالَ:تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا، فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ. ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا. فَقَالَتْ أَسْمَاءُ: وَكَيْفَ تَطَهَّرُ بِهَا؟ فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ! تَطَهَّرِينَ بِهَا، فَقَالَتْ عَائِشَةُ، كَأَنَّهَا تُخْفِي ذَلِكَ: تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ، وَسَأَلَتْهُ عَنْ

[17] بخاري ، رقم : 308 ؛ أبو داؤد ، رقم: 358

غُسْلِ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ: تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ، أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا، فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا، ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ)[18]

”اسما(بنت شکل انصاریہ) نے نبی ﷺ سے غسل حیض کے بارے میں سوال کیا؟تو آپ نے فرمایا:”ایک عورت اپنا پانی اور بیری کے پتے لے کر اچھی طرح پاکیزگی حاصل کرے، پھر سر پر پانی ڈال کر اس کو اچھی طرح ملے یہاں تک کہ بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے اوپر پانی ڈالے، پھر کستوری لگا کپڑے یا روئی کا ٹکڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے ۔“ تو اسماء نے کہا: اس سے پاکیزگی کیسے حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا:”سبحان اللہ ! اسے پاکیزگی حاصل کرو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے کہا:(جیسے وہ اس بات کو چھپا رہی ہوں)”خون کے نشان پر لگا کر۔“ اور اس نے آپ سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:”(غسل کرنے والی) پانی لے کر اس سے خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر سر پر پانی ڈال کر اسے ملے حتی کہ سر کے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے آپ پر پانی ڈالے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا نے کہا: انصار کی عورتیں بہت خوب ہیں، دین کو اچھی طرح سمجھنے سے شرم انہیں نہیں روکتی۔“

سیدہ عائشہ ہی سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں:(وَكَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ فَيَكُونُ فِي ثَوْبِهَا الدَّمُ فَتَحُكُّهُ بِالْحَجَرِ ، أَوْ بِالْعُودِ ، أَوْ بِالْعَظْمِ ، ثُمَّ تَرُشُّهُ وَتُصَلِّي)[19]

”ہم میں سے کسی عورت کو حیض آتا، تو اس کے کپڑے کو خون لگ جاتا تو وہ اسے پتھر، لکڑی یا ہڈی کے ساتھ کھرچ دیتی، پھر اس پر پانی کے چھینٹے مارتی اور اس میں نماز پڑھ لیتی۔“ اس کی سند صحیح ہے۔

سیدہ عائشہ ہی سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں:(إِذَا طَهُرَتِ الْمَرْأَةُ مِنَ الْحَيْضِ فَلْتَتَّبِعْ ثَوْبَهَا الَّذِي يَلِي جِلْدَهَا، فَلْتَغْسِلْ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْأَذَى ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ)[20]

”جب عورت پاکی حاصل کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے اس کپڑے کو غور سے دیکھے جو اس کے جسم کے ساتھ لگا ہوتا ہے، اگر اسے کوئی گندگی لگی ہو تو اسے دھولے، پھر اس می نماز پڑھ لے۔“ اس کی سند صحیح ہے۔

خلاصة القول: آثار اور حدیث رسول ﷺ سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ جس کپڑے کو حیض کا خون لگ جائے اسے اچھی طرح دھو دیا جائے تو اس کپڑے میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

جس کپڑے پر چھوٹے بچے نے پیشاب کر دیا ہو اس کا حکم:

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، نَا يَحْيَى ، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ) [21]

[18] مسلم ، رقم: 332
[19] عبدالرزاق، رقم: 1228
[20] دارمی،عبدالرحمٰن الدارمی السمرقندی، سنن دارمی، رقم: 1008
[21] ابن أبي شيبة، رقم: 1297؛ أبو داؤد، 1323ھ، رقم: 377؛ ترمذي، محمد بن عيسىٰ، جامع الترمذی، رقم: 610

سیدنا علی سے منقول ہے کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں جب تک کہ کھانا نہ کھاتا ہو۔

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: اس حوالے سے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے بھی کئی روایات مروی ہیں، جیسا کہ جناب حسن بصری اپنی والدہ سے راویت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں:

(أَنَّهَا أَبْصَرَتْ أُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ، فَإِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ، وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ)[22]

"انہوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنھا کو دیکھا کہ وہ لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارتیں جب تک کہ وہ کھانا نہ کھاتا، جب کھانا کھانے لگتا تو اس کو دھوتی تھیں اور لڑکی کے پیشاب کو دھوتی تھیں۔" اس کی سند صحیح ہے۔

اسی طرح ابن عباس سے مروی ہے، وہ بچے کے پیشاب کے بارے میں فرماتے ہیں: (يُصَبُّ عَلَيْهِ مِثْلُهُ مِنَ الْمَاءِ، قَالَ: كَذَلِكَ صَنَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِبَوْلِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ)[23]

"اس پر اس کی مثل پانی بہایا جاتے گا۔ وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حسین بن علی کے پیشاب کرنے پر ایسا ہی کیا۔" اس کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس میں ابراہیم بن ابو یحیٰی نامی راوی ضعیف ہے۔

خلاصۃالقول: اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، تمام احادیث وآثار سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اگر لڑکا پیشاب کرے تو اس پر پانی کے چھینٹے مار دیئے جائیں یا اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے جبکہ پیشاب اگر لڑکی کا ہو تو اسے دھویا جانا ضروری ہے۔

بغل کو ہاتھ لگانے کا حکم:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى الْبَكَّاءُ قَالَ (رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي إِزَارٍ وَرِدَاءٍ فَرَأَيْتُهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى أَنْفِهِ ، ثُمَّ يَضْرِبُ بِيَدِهِ عَلَى إِبْطِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ » [24]

یحیی البکاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو ایک چادر اور ازار میں دیکھا کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ناک پر رکھ رہے ہیں، پھر انھوں نے اپنا ہاتھ اپنی بغل پر رکھا حالانکہ وہ نماز میں پڑھ رہے تھے۔

[22] أبو داؤد، 1323ھ، رقم: 379
[23] عبد الرزاق، 1403ھ، رقم: 1490
[24] عبد الرزاق ، رقم: 408

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حکم :اس کی سند حسن ہے۔

تعلیق :اس حوالے سے صحابہ کرام کی مختلف آراء ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے: طلق بن حبیب بیان کرتے ہیں:(رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَجُلًا حَكَّ إِبْطَهُ أَوْ مَسَّهُ فَقَالَ لَهُ : قُمْ فَاغْسِلْ يَدَكَ أَوْ تَطَهَّرْ) [25]

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنی بغل میں خارش کر رہا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اٹھو اور اپنے ہاتھ کو دھوؤ یا کہا کہ اسے پاک کرو۔"اس کے رجال ثقات ہیں، البتہ اس میں انقطاع ہے، کیونکہ "طلق بن حبیب" نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا، لہٰذا اسند ضعیف ہے۔

سنن دار قطنی میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہے، جس میں وہ ایسے شخص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی بغلوں کو ہاتھ لگایا انھوں نے فرمایا:(عَلَيْهَ الْوُضُوءُ)[26]"اس پر وضو ہے۔"

لیکن یہ روایت ضعیف ہے اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی اس کے خلاف ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

اسی طرح سنن دار قطنی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ انھوں نے بغل کو ہاتھ لگانے کے حوالے سے فرمایا: (لَيْسَ عَلَيْهِ وُضُوءٌ فِي نَتْفِ الْإِبْطِ)"بغلوں کو ہاتھ لگانے والے پر وضو نہیں ہے۔"[27]

اس کی سند میں "لیث بن ابو سلیم" راوی ضعیف ہے، البتہ اس میں ان کی مطابعت کی گئی ہے۔(دارقطنی، 1424ھ ،رقم: 150/1)

خلاصة القول: اس مسئلے میں صحابہ کرام کی آراء مختلف ہیں، اور نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ راجح موقف یہی ہے کہ بغل کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

کپڑے پر منی کے مقام کا پتا نہ چلے تو کیا کیا جائے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي الْجَنَابَةِ فِي الثَّوْبِ (إِنْ رَأَيْتَ أَثَرَهُ فَاغْسِلْهُ ، وَإِنْ عَلِمْتَ أَنْ قَدْ أَصَابَهُ ثُمَّ خَفِيَ عَلَيْكَ فَاغْسِلِ الثَّوْبَ ، وَإِنْ شَكَكْتَ فَلَمْ تَدْرِ أَصَابَ الثَّوْبَ أَمْ لَا ، فَانْضَحْهُ) [28]

طلحہ بن عبد اللہ بن عوف کہتے ہیں:"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کپڑے کے بارے میں کہ جس پر منی لگ جائے، فرماتے ہیں: اگر تم اس کا نشان دیکھو تو اسے دھو دو اور اگر محسوس کرو کہ منی تو لگی ہے لیکن اس کا مقام واضح نہیں ہو رہا تو کپڑے کو دھو لو اور اگر تمھیں شک ہو کہ پتا نہیں منی کپڑے کو لگی ہے یا نہیں تو کپڑے پر چھینٹے مار دو۔"

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔

[25] ابن ابی شیبة، رقم:1457
[26] دارقطنی ، ابو الحسن علی بن عمر، سنن دارقطنی، رقم: 549
[27] دارقطنی،رقم:550
[28] ابن ابی شیبة، رقم: 902؛ عبد الرزاق، رقم: 1441

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

تعلیق: اس مسئلہ میں کئی صحابہ سے آثار مروی ہیں، عکرمہ بیان کرتے ہیں: (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَلَا يُعْلَمُ مَكَانُهُ قَالَ: يُنْضَحُ الثَّوْبُ) "انھوں نے ابن عباس ◆ سے اس کپڑے کے بارے میں سوال کیا جس پر منی لگی ہو لیکن جگہ معلوم نا ہو کہ منی کہاں لگی ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: کپڑے پر پانی کے چھینٹے مارے جائیں گے۔" البتہ یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ اس میں سماک عکرمہ سے روایت بیان کرنے میں اضطراب کا شکار ہوئے ہیں۔

اسی طرح عبداللہ بن عمرسے سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: (عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : إِنْ خَفِيَ عَلَيْهِ مَكَانُهُ وَعَلِمَ أَنَّهُ قَدْ أَصَابَهُ غَسَلَ الثَّوْبَ كُلَّهُ) "اگر منی کا مقام نظر نہ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کپڑے کو پورا دھوئے۔" اس کی سند صحیح ہے۔

عبدالکریم ابن رشید بیان کرتے ہیں: (عَنْ أَنَسٍ فِي رَجُلٍ أَجْنَبَ فِي ثَوْبِهِ فَلَمْ يَرَ أَثَرَهُ ، قَالَ: يَغْسِلُهُ كُلَّهُ) "سیدنا انس ◆ ایسے شخص کے بارے میں کہ جسے اپنے کپڑے پر منی کا نشان نہ ملے، فرماتے ہیں: اسے چاہیے کہ وہ اپنے اس کپڑے کو پورا دھوئے۔" اس کی سند صحیح ہے۔

خلاصة القول: اس مسئلے میں راجح موقف یہی معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے کو پورا دھونا چاہیے۔

اس پانی کا حکم جس میں نجاست گر جائے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الْبَهْرَانِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ) [29]

ابن عباس سے کا فرمان ہے: "پانی ناپاک نہیں ہوتا۔"

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: اس حوالے سے ابن عباس سے کا ایک اور قول بھی ہے جس میں ان کے اس قول کی وضاحت ہے، وہ فرماتے ہیں: (إِذَا كَانَ الْمَاءُ ذَنُوبَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ خَبَثًا) [30] "اگر پانی دو بڑے ڈول جتنا ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔" زکریا بن غلام قادر صاحب اپنی کتاب "ما صح من آثار الصحابہ" میں فرماتے ہیں: "یہ اثر اپنے مجموع طرق کے ساتھ حسن درجے تک پہنچ جاتا ہے۔

سیدنا ابن عمرسے سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: (إِذَا كَانَ الْمَاءُ قَدْرَ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ) "اگر پانی دو بڑے مٹکوں کے برابر ہو تو اسے کوئی بھی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" اس کی سند "لیث بن ابی سلیم" کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اس مسئلے سے مرفوع احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ ابن عمرسے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ) [31] "جب پانی (کی مقدار) دو بڑے مٹکوں کے برابر ہو جائے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔" اس کی سند صحیح ہے۔

[29] ابن أبي شيبه، رقم: 1530
[30] ابن أبي شيبه، رقم: 1/ 144
[31] ابن ماجه ،محمد بن يزيد بن ماجه، السنن، رقم: 517

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

خلاصة القول: ان اقوال صحابہ اور حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی اگر قلتین یعنی دو بڑے مٹکوں سے زیادہ ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا، ایسے پانی سے وضو بھی کیا جا سکتا ہے اور غسل بھی کیا جا سکتا ہے۔

نشان زدہ کپڑے کو دھویا جائے گا یا کھرچنا کافی ہے:

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ سَعْدٍ :(أَنَّهُ كَانَ يَفْرُكُ الْجَنَابَةَ مِنْ ثَوْبِهِ) [32]

سیدنا سعد سے مروی ہے کہ "وہ اپنے کپڑے سے جنابت کو کھرچ لیتے تھے۔"

حکم: اس کی سند صحیح ہے۔

تعلیق: ایسا کپڑا کہ جسے منی لگ جائے، یا جس کپڑے میں آدمی جنبی ہو جائے تو ایسے کپڑے کو کھرچنے یا دھونے کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے، علماء کا منی کے طاہر یا نجس ہونے میں بھی اختلاف ہے، جو لوگ اسے طاہر کہتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ وہ خشک ہو تو ناخن کے ساتھ اس کا کھرچنا کافی ہے، جب کہ نجس چیز خشک ہو تو اس کا کھرچنا کافی نہیں ہوتا۔ منی اگر تر بھی ہو تو کسی تنکے وغیرہ سے صاف کر دینا کافی ہے، جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ میں سیدہ عائشہ کی حدیث ہے: (كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَسْلُتُ المَنِيَّ مِنْ ثَوْبِهِ بِعَرَقِ الإِذْخِرِ، ثُمَّ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَحُتُّهُ مِنْ ثَوْبِهِ يَابِسًا، ثُمَّ يُصَلِّي فِيهِ)[33]"رسول ﷺ اپنے کپڑے سے منی کو اذخر کی جڑ کے ساتھ پونچھ دیتے تھے، پھر آپ اس کپڑے میں نماز پڑھتے اور اسے خشک ہونے کی حالت میں اپنے کپڑوں سے کھرچ دیتے تھے، پھر آپ اس میں نماز پڑھتے تھے۔" علامہ اعظمی نے صحیح ابن خزیمہ کی تحقیق میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

اور جو لوگ منی کو نجس کہتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کپڑوں پر اس کی موجودگی میں نماز نہیں پڑھی بلکہ کپڑے کو دھویا ہے یا اسے ناخن وغیرہ کے ساتھ کھرچا ہے۔ نجاست دور کرنے کے لیے دھونا ضروری نہیں، جس طرح جوتے پر نجاست لگی ہو تو اسے زمین پر رگڑ لینا کافی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے دونوں ہی عمل ثابت ہیں، صحیح مسلم میں ہے، عبد اللہ بن شہاب الخولانی فرماتے ہیں: (كُنْتُ نَازِلًا عَلَى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِي ثَوْبَيَّ ، فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ ، فَرَأَتْنِي جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ إِلَيَّ عَائِشَةُ ، فَقَالَتْ : مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِثَوْبَيْكَ ؟ قَالَ : قُلْتُ : رَأَيْتُ مَا يَرَى النَّائِمُ فِي مَنَامِهِ ، قَالَتْ : هَلْ رَأَيْتَ فِيهِمَا شَيْئًا ؟ قُلْتُ : لَا ، قَالَتْ : فَلَوْ رَأَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهُ ، لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَحُكُّهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِي)[34]"میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہمان تھا، مجھے اپنے دونوں کپڑوں میں احتلام ہو گیا تو میں نے وہ دونوں پانی میں ڈبو دیے، مجھے حضرت عائشہ کی ایک کنیز نے دیکھ لیا اور اس نے عائشہ کو بتا دیا تو انہوں نے میری طرف پیغام بھجوایا اور فرمایا: تو نے اپنے دونوں کپڑوں کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: میں نے نیند میں وہ دیکھا جو سونے والا اپنی نیند میں دیکھتا ہے۔ انہوں نے پوچھا: کیا تمہیں ان دونوں (کپڑوں) میں کچھ نظر آیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر تم کچھ دیکھتے تو اسے دھو ڈالتے۔ میں نے خود کو دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے اس کو خشک حالت میں اپنے ناخن سے کھرچ رہی ہوں۔"

[32] ابن أبي شيبة،رقم:923 ؛ الطحاوي،1414ھ، رقم: 52/1

[33] ابن خزيمة، محمد بن اسحاق بن خزیمہ ، صحیح ابن خزیمہ، رقم: 294

[34] مسلم، رقم :290

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اورامام ترمذی نے ہمام بن حارث کی حدیث ذکر کر کے اسے صحیح کہا ہے، اس میں ہے:(ضَافَ عَائِشَةَ ضَيْفٌ فَأَمَرَتْ لَهُ بِمِلْحَفَةٍ صَفْرَاءَ، فَنَامَ فِيهَا فَاحْتَلَمَ ، فَاسْتَحْيَا أَنْ يُرْسِلَ بِهَا وَبِهَا أَثَرُ الِاحْتِلَامِ ، فَغَمَسَهَا فِي الْمَاءِ ، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ : لِمَ أَفْسَدَ عَلَيْنَا ثَوْبَنَا؟ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَفْرُكَهُ بِأَصَابِعِهِ ، وَرُبَّمَا فَرَكْتُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصَابِعِي)[35]"ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنھا کے یہاں ایک مہمان آیا تو انہوں نے اسے (اوڑھنے کے لیے) ایک زرد چادر دینے کا حکم دیا۔ وہ اس میں سویا تو اسے احتلام ہو گیا، ایسے ہی بھیجنے میں اُسے شرم محسوس ہوئی کہ اس میں احتلام کا نشان ہے، چنانچہ اس نے اسے پانی سے دھو کر بھیجا، تو عائشہ رضی اللہ عنھا نے کہا: اس نے ہمارا کپڑا کیوں خراب کر دیا؟ اسے اپنی انگلیوں سے کھرچ دیتا، بس اتنا کافی تھا، بسا اوقات میں اپنی انگلیوں سے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے کپڑے سے اسے کھرچ دیتی تھی۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے، ابوہریرہ سمے بیان کرتے ہیں:(أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ أَتَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ وَأَنَا أَحِيضُ فِيهِ، فَكَيْفَ أَصْنَعُ ؟ قَالَ: إِذَا طَهُرْتِ فَاغْسِلِيهِ ثُمَّ صَلِّي فِيهِ،فَقَالَتْ : فَإِنْ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ ؟ قَالَ: يَكْفِيكِ غَسْلُ الدَّمِ، وَلَا يَضُرُّكِ أَثَرُهُ)[36]"خولہ بنت یسار رضی اللہ عنھا نے کہا: یارسول اللہ! میرے پاس بس ایک ہی کپڑا ہے اور مجھے اس میں حیض آتا ہے، تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: "جب تو پاک ہو تو اسے دھو لے، پھر اس میں نماز پڑھ" اس نے کہا: "تو اگر (اس کپڑے سے پوری طرح) خون نہ نکلے؟ آپ نے فرمایا: "تمھیں خون دھونا کافی ہے، اس کے نشان کا تمھیں کچھ نقصان نہیں۔" اس کی سند صحیح ہے۔

عبدالرحمن بن حاطب فرماتے ہیں:(أَنَّ عُمَرَ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ: أَتَرَوْنَا نُدْرِكُ الْمَاءَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ؟ قَالُوا: نَعَمْ ، فَأَسْرَعَ السَّيْرَ حَتَّى أَدْرَكَ فَاغْتَسَلَ وَجَعَلَ يَغْسِلُ مَا رَأَى مِنَ الْجَنَابَةِ فِي ثَوْبِهِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: لَوْ لَبِسْتَ ثَوْبًا غَيْرَ هَذَا وَصَلَّيْتَ ؟ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ : إِنْ وَجَدْتُ ثَوْبًا وَجَدَهُ كُلُّ إِنْسَانٍ ؟ إِنِّي لَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً وَلَكِنِّي أَغْسِلُ مَا رَأَيْتُ ، وَأَنْضَحُ مَا لَمْ أَرَهُ)[37]"سیدنا عمر سمے کو احتلام ہو گیا جبکہ وہ سفر میں تھے، جب صبح ہوئی تو انھوں نے کہا کہ تمھارا کیا خیال ہے کہ ہمیں سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے پانی مل جائے گا؟ تو انھوں نے کہا کہ جی ہاں۔ تو عمر ◆ نے سفر تیز کر دیا تاکہ پانی تک پہنچ سکیں، تو انھوں نے غسل کیا اور (کپڑے کا) صرف نشان زدہ حصہ دھویا۔ تو عمرو بن عاص نے کہا: کاش کہ آپ کپڑے تبدیل کرتے اور پھر نماز پڑھاتے۔ تو عمر سمے نے ان سے فرمایا: اگرچہ میرے پاس اور کپڑے ہیں لیکن کیا ہر کسی کے پاس (ایک سے زائد) کپڑے ہوتے ہیں؟ اگر میں نے ایسا کیا تو لوگ بھی ایسا ہی کرنے لگیں گے، میں تو یہ اس حصے کو دھو دیتا ہوں جس پر نشان ہو اور اگر میں کچھ نہ دیکھوں تو پانی بہا دیتا ہوں۔" اس کی سند صحیح ہے۔

خلاصة القول: ان اقوال واحادیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کپڑے کے جس حصے کو منی لگ جائے اسے کھرچنے یا دھونے سے اس کی نجاست دور ہو جاتی ہے، لہٰذا دونوں عمل جائز ہیں۔

---

[35] ترمذي، رقم: 116
[36] أبو داؤد، رقم:365
[37] عبدالرزاق، 1403 هـ ، رقم: 1446

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

احکامِ طہارت سے متعلقہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کتب احادیث میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ موجود ہیں، یہاں ان میں سے چند اہم موضوعات زیرِ بحث آئے ہیں۔ اسی طرح حائضہ اور جنبی کا قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے متعلق آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ جنبی اور حائضہ قرآن مجید کی تلاوت کرسکتے ہیں، کیونکہ حرمت کی اکثر روایات ضعیف ہیں۔

ایامِ حیض کے بعد زرد یا مٹیالے رنگ کے حکم کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے جو آثار مروی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل کرنے کے بعد اگر عورت کسی طرح کی کوئی رطوبت دیکھے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی اس پر دوبارہ غسل نہیں ہے۔

طہر کو پہچاننے کے طریقہ سے متعلقہ آثارِ صحابہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک عورت چونے کی طرح سفید رنگ نہ دیکھے تب تک عورت خود کو حالتِ حیض ہی میں شمار کرے، جب عورت کو سفید کے علاوہ کسی بھی طرح کا کوئی بھی رنگ نظر آئے تو اسے چاہیے کہ وہ بالکل سفید رنگ کا انتظار کرے اور جب بالکل سفید رنگ نظر آجائے تب ہی غسل کرے اور نماز پڑھنا شروع کرے۔

مستحاضہ کے حکم کے حوالے سے راجح بات وہی ہے جو ابن عباس سے نے بیان فرمائی ہے، البتہ جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ مستحاضہ کے لیے غسل کرنا فرض نہیں ہے۔

مستحاضہ کے لیے جائز کاموں کے حوالے سے آثارِ صحابہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحاضہ نماز پڑھے گی، وہ بیت اللہ کا طواف بھی کرسکتی ہے۔ البتہ ایسی عورت سے جماع کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے کوئی مرفوع حدیث مروی نہیں کہ کیا مستحاضہ سے اس کا شوہر جماع کرسکتا ہے یا نہیں، البتہ دو صحابیات سے اور دیگر صحابہ کے آثار سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ سے جماع کیا جاسکتا ہے۔ حیض اور طہر کی مدت کے حوالے سے چونکہ نبی کریم ﷺ سے کوئی صریح حدیث مروی نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے کوئی خاص مدت بیان ہوئی ہے، اس لیے یہی مناسب ہے کہ ہر عورت کے ساتھ الگ الگ معاملہ ہوتا ہے۔ البتہ اگر کسی عورت کو دس دن سے زیادہ خون آئے تو وہ خود کو مستحاضہ شمار کرے گی۔ نفاس کی مدت کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے آثار اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفاس والی عورت زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک پاک ہونے کا انتظار کرسکتی ہے، اگر اس سے زیادہ دنوں تک خون آئے وہ تو وہ استحاضہ کا خون شمار کیا جائے گا۔ نفاس والی عورت سے کب تک جماع نہیں کیا جاسکتا، اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے کوئی اختلاف مروی نہیں ہے، معلوم ہوا کہ نفاس والی عورت سے جماع نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں البتہ نفاس رک جائے تو وہ عورت غسل کرنے کے بعد پاک متصور ہو گی۔ حاملہ عورت کا حائضہ ہونے کے مسئلہ میں دیگر صحابہ کرام سے کچھ بھی مروی نہیں ہے، البتہ سیدہ عائشہ سے دونوں طرح کے آثار مروی ہیں البتہ سند کے اعتبار سے زیادہ صحیح روایت وہی ہے کہ جس میں انھوں نے فرمایا کہ ایسی عورت نماز نہ پڑھے۔ حائضہ سے مباشرت کے حکم میں راجح موقف یہی ہے کہ حائضہ سے مباشرت جائز ہے، البتہ عورت کو اپنی شرم گاہ کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لینا چاہیے۔ غسل کرتے وقت عورت کا اپنے بالوں کو کھولنے کے مسئلہ میں صحیح بات یہی ہے کہ عورت کے لیے جنابت کا غسل کرتے وقت مینڈیاں کھولنا ضروری نہیں ہے البتہ حیض کے غسل کے وقت بالوں کو کھولنا اور انھیں اچھی طرح دھونا ضروری ہے۔ آدمی کا غسل کے بعد عورت سے لپٹنے سے متعلق سیدنا ابن عباس سے کے اثر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ "یہ اہل قریش کا عام معمول تھا" اور اس اثر کی سند بھی صحیح ہے، لہٰذا جن روایات کی اسناد ضعیف ہیں ان کے لیے بھی یہ اثر شاہد بنتا ہے۔ غسل جنابت کے بعد عورت سے گرمی حاصل کرنے میں کسی سے کوئی اختلاف ثابت نہیں ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

حیض کے ختم ہونے پر جماع کرنے کے بارے میں صحابہ کرام سے تو یہی منقول ہے کہ حیض کے ختم ہونے کے بعد غسل سے پہلے جماع نہیں کیا جا سکتا۔حائضہ سے جماع پر کفارہ کے مسئلہ میں مرفوع حدیث موجود ہے، لہٰذا اسی کے مطابق عمل ہو گا۔ صحیح حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر آدمی اپنی اہلیہ سے اس وقت جماع کرے جب خون سرخ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ایک دینار صدقہ کرے اور اگر خون کا رنگ زرد ہو گیا ہو، یا خون کم آرہا ہو تو آدھا دینار صدقہ کرے۔مانع حیض ادویات کا استعمال کرنے کے مسئلہ میں یہی بات زیادہ مناسب ہے کہ عورت اللہ تعالیٰ کی مشیّت پر راضی رہے اور ایسی ادویات کے استعمال سے بچے تاکہ ان کا صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑے۔حائضہ عورت کا نماز پڑھنا جب غروب شمس یا طلوع شمس سے پہلے پاک ہو جائے، اس مسئلہ میں صحیح بات یہی ہے کہ عورت جس نماز کے وقت میں حیض سے پاک ہوئی ہے وہ صرف اسی نماز کو پڑھے گی۔حائضہ عورت کا نماز کے وقت وضو کرنا اور ذکر کرنا، اس مسئلہ میں کوئی مرفوع حدیث یا کسی صحابی کا قول صحیح سند سے ثابت نہیں، لہٰذا ایسا کہنا کہ حائضہ نماز کے وقت وضو کرے گی، درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

احکامِ طہارت کی مزید تفصیلات لاہور یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کردہ اپنے مقالہ میں پیش کر چکا ہوں، یہاں پر ان کی مختصر تفصیلات اور ساتھ ان کا خلاصہ ذکر کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

نتائج:

* شرعی احکام میں اصل حجت اور دلیل قرآن وسنہ ہیں، جبکہ ان کی تفہیم میں آثارِ صحابہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
* صحابہ کرام رضی اللہ عنھم چونکہ خیر القرون کے سب سے زیادہ اہل ہیں اس لیے ان کی آراء بھی معتبر ہیں۔
* عربی زبان وادب کو سمجھنے اور اس سے استفادہ کے لیے بھی صحابہ کے آثار لغت کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہیں۔
* شرعی نصوص کی تفہیم میں صحابہ کرام کا اختلاف دلیل کی بنیاد پر ہے، نہ کہ اپنی ترجیحات کی بنیاد پر۔
* اختلافی مسائل کو حل کرنے میں آثارِ صحابہ سے معاونت حاصل ہوتی ہے۔
* زیرِ نظر مضمون میں احکامِ طہارت کو آثارِ صحابہ کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
* مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبد الرزاق اور موَطا، آثارِ صحابہ کے اہم مآخذ ہیں۔

مصادر و مراجع

* جامع الترمذي، لأبي عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي - تحقيق أحمد محمد شاكر - دار الكتب العلمية - بيروت.
* سنن ابن ماجة، لأبي عبدالله محمد بن يزيد القزويني - تحقيق محمد فؤاد عبدالباقي - مكتبة ابن تيمية – القاهرة.
* سنن البيهقي الكبرى، لأبي بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي - دار الفكر - بيروت.
* سنن الدارقطني، لعلي بن عمر أبو الحسن الدارقطني البغدادي، دار النشر: دار المعرفة - بيروت - 1386 - 1966، تحقيق: السيد عبدالله هاشم يماني المدني.
* سنن الدارمي، لعبدالله بن عبدالرحمن أبو محمد الدارمي، دار النشر: دار الكتاب العربي - بيروت - 1407، ط الأولى، تحقيق: فواز أحمد زمرلي , خالد السبع العلمي.
* شرح معاني الآثار، لأحمد بن محمد بن سلامة بن عبدالملك بن سلمة أبو جعفر الطحاوي، عالم الكتب - بيروت - 1414، ط الأولى، تحقيق: محمد زهري النجار، ومحمد سيد جاد الحق.
* صحيح ابن خزيمة، تحقيق الدكتور محمد مصطفى الأعظمي - المكتب الإسلامي - بيروت - ط ثانية - 1412هـ.
* صحيح البخاري (الجامع الصحيح)، لأبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري - تحقيق الدكتور مصطفى ديب البُغا - دار ابن كثير - ط الخامسة - 1414هـ.
* صحيح مسلم بشرح النووي، لأبي زكريا يحيى بن شرف بن مري النووي، دار النشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت - 1392، ط الطبعة الثانية.

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

* المصنف في الأحاديث والآثار، لأبي بكر عبدالله بن محمد بن أبي شيبة الكوفي، دار النشر: مؤسسة فؤاد بعينو - 1416، ط الأولى، تحقيق: حمد الجمعة، ومحمد اللحيدان.
* المصنف، لعبدالرزاق بن همام الصنعاني، دار النشر: المكتب الإسلامي - بيروت - 1403، ط الثانية، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي.
* الموطأ، لمالك بن أنس الأصبحي - تحقيق محمد فؤاد عبدالباقي - المكتبة الثقافية - بيروت - 1408هـ.